دار الافتاء اہلسنت (دعوتِ اسلامی)

Dar-ul-ifta Ahl-e-sunnat

ریفرینس نمبر: pin 4964 بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ تاریخ: 01-01-2017

12 ربیع الاول یومِ ولادت یا یومِ وفات ؟

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ 12 ربیع الاول کے دن نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیدائش نہیں ہوئی بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات اس دن ہوئی ہے، تو اس دن خوشی نہیں بلکہ غم منانا چاہیے کہ اس دن تمام صحابہ کرام اور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اہل بیت سب رنجیدہ تھے اور ہم خوشی مناتے ہیں، قرآن وحدیث کی روشنی میں ارشاد فرمائیں کہ (1) آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تاریخ ولادت کیا ہے؟ (2) اور اس دن خوشی منانا، جائز ہے یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللّٰھم ھدایۃ الحق والصواب

(1) نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تاریخ ولادت میں اقوال مختلف ہیں، لیکن زیادہ مشہور واکثر وماخوذ ومعتبر یہی ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت 12 ربیع الاول کو ہوئی ہے۔

چنانچہ سیدی اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت امام اہل سنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں: "اس میں اقوال بہت مختلف ہیں: دو، آٹھ، دس، بارہ، سترہ، اٹھارہ، بائیس، سات قول ہیں، مگر اشہر واکثر وماخوذ ومعتبر بارہویں ہے، مکہ معظمہ میں ہمیشہ اسی تاریخ مکان مولد اقدس کی زیارت کرتے ہیں۔ کمافی المواھب والمدارج، جیسا کہ مواہب لدنیہ اور مدارج النبوۃ میں ہے۔

اور خاص اس مکان جنت نشان میں اسی تاریخ میلاد مقدس ہوتی ہے۔

علامہ قسطلانی وفاضل زرقانی فرماتے ہیں: "المشھور أنہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ولد یوم الاثنین ثانی عشر ربیع الأول وھو قول محمد بن اسحاق امام المغازی وغیرہ" مشہور یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بارہ ربیع الاول بروز پیر کو پیدا ہوئے، امام المغازی محمد بن اسحاق وغیرہ کا یہی قول ہے۔

شرح مواہب میں امام ابن کثیر سے ہے: "ھو المشھور عند الجمھور" جمہور کے نزدیک یہی مشہور ہے۔

اسی میں ہے: "ھو الذی علیہ العمل" یہی وہ ہے جس پر عمل ہے۔

شرح الہمزیہ میں ہے: "ھو المشھور وعلیہ العمل" یہی مشہور اور اسی پر عمل ہے۔

(فتاوی رضویہ، جلد 26، ص 412، 411، رضا فاؤنڈیشن، لاھور)

اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال باکمال کی تاریخ میں بھی اختلاف ہے۔ مشہور قول یہی ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال مبارک بارہ ربیع الاول کو ہوا، لیکن تحقیق یہ ہے کہ حقیقۃً بحسب رؤیت مکہ معظمہ ربیع الاول شریف کی تیرہویں تھی، کیونکہ یہ تو بالاجماع ثابت ہے کہ وفات مبارکہ پیر کے دن ہوئی اور یہ بھی ثابت ہے کہ دس ذوالحجہ کو جمعۃ المبارک تھا، اب اگر حساب کیا جائے، تو بارہ ربیع الاول کسی بھی اعتبار سے پیر کو نہیں بنتی، لیکن مدینہ شریف میں چونکہ رؤیت نہیں ہوئی تھی، لہٰذا ان کے حساب سے بارہویں تھی اور اسی کو راویوں نے بیان کیا اور یہی جمہور کے نزدیک مقبول ٹھہری۔

سیدی اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں: ”قول مشہور و معتمد جمہور دوازدہم (12) ربیع الاول شریف ہے، ابن سعد نے طبقات میں بطریق عمر بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما امیر المؤمنین مولی علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے روایت کی: ”مات رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیه وسلم یوم الاثنین لاثنتی عشرة مضت ربیع الأول“یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات شریف روز دوشنبہ، بارھویں تاریخ، ربیع الاول شریف کو ہوئی۔۔۔

کامل ابن اثیر جزری میں ہے: ”کان موته صلی اللہ تعالی علیه وسلم یوم الاثنین لثنتی عشرة لیلة خلت من ربیع الأول“ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال بارہ ربیع الاول پیر کے روز ہوا۔۔۔

اور تحقیق یہ ہے کہ حقیقۃً بحسب رؤیت مکہ معظمہ ربیع الاول شریف کی تیرھویں تھی، مدینہ طیبہ میں رؤیت نہ ہوئی، لہٰذا ان کے حساب سے بارھویں ٹھہری، وہی رواۃ نے اپنے حساب کی بنا پر روایت کی اور مشہور و مقبول جمہور ہوئی، یہ حاصل تحقیق امام بارزی و امام عماد الدین بن کثیر و امام بدر الدین بن جماعہ وغیرہم اکابر محدثین و محققین ہے۔۔۔

تفصیل مقام و توضیح مرام یہ ہے کہ وفات اقدس ماہ ربیع الاول شریف روز دوشنبہ میں واقع ہوئی، اس قدر ثابت و مستحکم و یقینی ہے، جس میں اصلاً جائے نزاع نہیں۔۔۔ ادھر یہ بلاشبہ ثابت کہ اس ربیع الاول سے پہلے جو ذی الحجہ تھا، اس کی پہلی روز پنجشنبہ تھی کہ حجۃ الوداع شریف بالاجماع روز جمعہ ہے۔۔۔ اور جب ذی الحجہ 10ھ کی 29 روز پنجشنبہ تھی تو ربیع الاول 11ھ کی 12 کسی طرح روز دوشنبہ نہیں آتی کہ اگر ذی الحجہ، محرم، صفر تینوں مہینے 30 کے لیے جائیں، تو غرہ ربیع الاول روز چارشنبہ ہوتا ہے اور پیر کی چھٹی اور تیرہویں، اور اگر تینوں 29 کے لیں، تو غرہ روز یکشنبہ پڑتا ہے اور پیر کی دوسری اور نویں اور اگر ان میں کوئی سا ایک ناقص اور باقی دو کامل لیجیے، تو پہلی سہ شنبہ کی ہوتی ہے اور پیر کی ساتویں چودھویں اور اگر ایک کامل دو ناقص مانیے، تو پہلی پیر کی ہوتی ہے، پھر پیر کی آٹھویں پندرھویں، غرض بارہویں کسی حساب سے نہیں آتی اور ان چار کے سوا پانچویں کوئی صورت نہیں۔

قول جمہور پر یہ اشکال پہلے امام سہیلی کے خیال میں آیا اور اسے لاحل سمجھ کر انہوں نے قول یکم اور امام ابن حجر عسقلانی نے دوم کی طرف عدول فرمایا۔۔۔ مگر امام بدر بن جماعہ نے قول جمہور کی یہ تاویل کی کہ اثنی عشر خلت سے بارہ دن گزرنا مراد ہے، نہ کہ صرف بارہ راتیں اور پُر ظاہر کہ بارہ دن گزرنا تیرہویں ہی تاریخ پر صادق آئے گا اور دوشنبہ کی تیرہویں بے تکلف صحیح ہے، جبکہ پہلے تینوں مہینے

کامل ہوں، کما علمت اور امام بارزی و امام ابن کثیر نے یوں توجیہ فرمائی کہ مکہ معظمہ میں ہلال ذی الحجہ کی رؤیت شام چار شنبہ کو ہوئی، پنجشنبہ کا غرہ اور جمعہ کا عرفہ، مگر مدینہ طیبہ میں رؤیت دوسرے دن ہوئی، تو ذی الحجہ کی پہلی جمعہ کی ٹھہری اور تینوں مہینے ذی الحجہ، محرم، صفر تیس تیس کے ہوئے، تو غرہ ربیع الاول پنجشنبہ اور بارہویں دوشنبہ آئی۔"

(ملخصاً من فتاوی رضویہ، جلد 26، ص 415 تا 421 رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(2) جب یہ ثابت ہو گیا کہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت بارہ ربیع الاول ہی کو مشہور اور عرب و عجم کے مسلمانوں میں معمول بہ ہے، تو اس دن خوشی کا اظہار کرنا اور میلاد کی محافل منعقد کرنا، نہ صرف جائز، بلکہ محبوب و مستحسن ہے، اس دن ایک قول کے مطابق نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کا دن ہونے کی وجہ سے بھی ولادت کی خوشی میں کوئی فرق نہیں آئے گا کہ اسلام میں سوگ تو مرنے والے کی بیوہ کے لیے چار ماہ دس دن اور اس کے علاوہ باقی اعزہ و اقرباء کے لیے صرف تین دن تک جائز ہے، اس سے زیادہ جائز نہیں، تو صحابۂ کرام اور اہل بیت اطہار نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال مبارک پر مغموم اور رنجیدہ تھے، تو وہ سوگ کی وجہ سے تھے، اب اتنا عرصہ گزر جانے کی وجہ سے ہمارے لیے سوگ جائز نہیں، لیکن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی خوشی کے لیے کوئی دن اور مہینہ خاص نہیں اور اس کی کوئی تعیین و تحدید نہیں ہے، لہٰذا مؤمنین ہر سال، ہر ماہ اور ہر دن آپ کی تشریف آوری والی نعمت کا شکر بجالانے کے لیے موقع کی مناسبت سے خوشی کا اظہار کرتے رہتے ہیں۔

سوگ تین دن کے لیے جائز ہے، اس سے زیادہ جائز نہیں، مگر جس کا خاوند فوت ہو جائے، اس عورت کے لیے چار ماہ دس دن کا سوگ ہے۔ چنانچہ حضرت ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، آپ فرماتی ہیں: "نهينا أن نحد أكثر من ثلث إلا الزوج" ہمیں تین دن سے زیادہ سوگ سے منع کیا گیا ہے، سوائے اس عورت کے، جس کا خاوند فوت ہو جائے۔

(بخاری شریف، جلد 1، ص 170، مطبوعہ کراچی)

اسی طرح حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، آپ فرماتی ہیں: "سمعت رسول الله صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم يقول لا يحل لامرأة تؤمن بالله واليوم الآخر أن تحد على ميت فوق ثلث الا على زوج فانها تحد عليه أربعة أشهر وعشرا" میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو عورت اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہو، اس کے لیے یہ حلال نہیں کہ میت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے، مگر جس کا شوہر فوت ہو جائے، وہ اس پر چار ماہ اور دس دن سوگ کرے۔

(بخاری شریف جلد 1 ص 171، مطبوعہ کراچی)

میلاد شریف حقیقت میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت پاک پر خوشی کا اظہار کرنا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت پاک، حمل شریف، شیر خوارگی کے واقعات، نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی کرامات، نسب نامہ، پرورش کے دوران کے واقعات، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اوصاف و کمالات وغیرہا محاسن کے بیان کا نام ہے، جو شرعاً جائز و مستحسن ہے اور دنیا و آخرت کی ہزارہا

نعمتوں و برکتوں کے حصول کا سبب ہے، اس کا جواز بکثرت آیات و احادیث، حتی کہ خود نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اقوال و افعال، صحابہ کرام اور بزرگان دین سے ثابت ہے اگرچہ جواز کے لیے یہ دلیل بھی کافی ہے کہ اس کی ممانعت شریعت سے ثابت نہیں ہے اور جس کام سے اللہ تعالیٰ اور رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منع نہیں فرمایا، وہ کسی کے منع کرنے سے منع نہیں ہو سکتا۔ اس کے علاوہ میلاد کے جواز و استحسان پر دلائل ملاحظہ فرمائیں۔

ذکر ولادت و تذکرۂ رسول اکرم، نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آیات مبارکہ سے دیکھیے۔

آیت نمبر 1: اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿واذ اخذ الله میثاق النبیین لما اٰتیتکم من کتاب وحکمة ثم جاء کم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن به و لتنصرنه قال ءَ اَقْررتم واخذتم علی ذٰلك اصری قالوا اقررنا قال فاشهدوا وانا معکم من الشاهدین﴾ ترجمۂ کنزالایمان: اور یاد کرو! جب اللہ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا، جو میں تم کو کتاب اور حکمت دوں، پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول کہ تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے، تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا، فرمایا: کیا تم نے اقرار کیا؟ اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا؟ سب نے عرض کی: ہم نے اقرار کیا، فرمایا: تو ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ اور میں آپ تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں۔

(پارہ:3، سورۃ: آل عمران:3، آیت:81)

اس آیت سے مندرجہ ذیل باتیں معلوم ہوئیں:

(۱) اللہ تعالیٰ نے حضور پر نور شافع یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذکر کے لیے سب کو جمع فرمایا۔

(۲) انبیاء کے اجتماع میں اللہ تعالیٰ نے نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آمد کا تذکرہ فرمایا۔

(۳) انبیاء کے اجتماع میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمت و شان ﴿مصدق لما معکم﴾ کے ساتھ بیان فرمائی۔

(۴) نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمت و حمایت و نصرت پر انبیاء علیہم السلام سے عہد لیا۔

(۵) اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام کے اجتماع میں آمد مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور بعثت و رسالت و عظمت مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیان فرمائی اور انبیاء کرام علیہم السلام سامعین تھے۔

اب غور کریں اس سے بڑھ کر میلاد مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محفل اور کیا ہو گی؟ مسلمان بھی تو اپنے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ عقیدت و محبت کے اظہار کے لیے یہی کرتے ہیں۔ اگر ان پر حرمت کا فتویٰ ہے، تو مذکورہ محفل کے بارے میں کیا حکم ہے؟

آیت نمبر2: اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے: ﴿لقد جاء کم رسول من انفسکم عزیز علیه ماعنتم حریص علیکم بالمؤمنین رؤوف رحیم﴾ ترجمۂ کنز الایمان: بے شک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول، جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے، تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے، مسلمانوں پر کمالِ مہربان۔ (پارہ:11، سورۃ التوبہ:9، آیت:128)

اس آیت سے درج ذیل باتیں معلوم ہوئیں:

(۱) ﴿جاء کم﴾ سے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آمد کا تذکرہ ہے۔

(۲) ﴿من انفسکم﴾ سے سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بشریت مبارکہ اور نسب مبارک کا ذکر ہے۔

(۳) ﴿عزیزعلیه ماعنتم﴾ سے امت پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفقت کا ذکر ہے۔

(۴) ﴿حریص علیکم﴾ اور ﴿بالمومنین رؤف رحیم﴾ سے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمت وشان کا تذکرہ ہے۔

یہ آیت بھی شاندار طریقے سے میلاد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا طریقہ بتارہی ہے۔

کیا تلاوتِ قرآن کے وقت یہ آیت پڑھنا جائز اور چند لوگوں کے سامنے پڑھنا، ناجائز و حرام ہے؟ ہرگز نہیں! بلکہ خدا عقل دے، تو غور کریں کہ عین نماز میں اگر امام صاحب یہ آیت بلند آواز میں تلاوت کریں، تو حالتِ نماز میں میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر ہوا یا نہیں؟ اور جب جماعت موجود ہے، تو اجتماع و محفل خود بخود پائی گئی، لہٰذا اس کا انکار نہ کرے گا، مگر وہ جو نماز میں تلاوتِ قرآن کا ہی منکر ہو۔

آیت نمبر 3: اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: ﴿قل بفضل اللہ و برحمته فبذٰلك فلیفرحوا هو خیر مما یجمعون﴾ ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ اللہ عزوجل ہی کے فضل اور اسی کی رحمت اور اسی پر چاہیے کہ خوشی کریں، وہ ان کے سب دھن، دولت سے بہتر ہے۔
(پارہ:11، سورۃ یونس، آیت:58)

اس آیت کریمہ میں اللہ عزوجل نے رحمت خداوندی پر خوشی منانے کا حکم دیا ہے اور کیا ہمارے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بڑھ کر بھی کوئی اللہ عزوجل کی رحمت یا نعمت ہے؟ دیکھیے! مقدس قرآن میں صاف صاف اعلان ہے: ﴿وما ارسلنٰك الا رحمة للعالمین﴾ ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا، مگر رحمت سارے جہاں کے لیے۔

(پارہ:17، سورۃ الأنبیاء، آیت:107)

دوسری جگہ ارشاد فرمایا: ﴿لقد من اللہ علی المؤمنین اذ بعث فیهم رسولا﴾ ترجمۂ کنزالایمان: بے شک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا۔ (پارہ:4، سورۃ آل عمران، آیت:164)

پہلی آیت کریمہ میں سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رحمت ہونے کا ذکر اور دوسری میں نعمت ہونے کا ذکر ہے۔

اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن کریم میں ہمیں اظہار نعمت کا حکم ارشاد فرمایا ہے، چنانچہ قرآن مجید میں ہے: ﴿واما بنعمتك فحدث﴾ ترجمۂ کنزالایمان: اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔ (پارہ:30، سورۃ الضحیٰ، آیت:12)

سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نعمت ہونا اظہر من الشمس ہے۔ تفسیر ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں اسی آیت کے تحت اسی جگہ یوں ہے: "أی بالنبوة والاسلام" یعنی نبوت اور اسلام کی نعمت پر (خوب چرچا کرو)۔ (تفسیر ابن عباس)

خود آقا و مولا سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا صحابہ کرام علیہم الرضوان کی موجودگی میں اپنی ولادت، اپنے عالیشان نسب اور اپنے کمالات و بلند رتبے کا تذکرہ کرنا ثابت و مروی ہے۔ چنانچہ مصنف ابن ابی شیبہ جلد 7 ص 409 مطبوعہ ملتان، مشکوٰۃ المصابیح ص 513 مطبوعہ کراچی اور ترمذی شریف میں ہے، واللفظ للترمذی: "عن المطلب بن أبی وداعة قال جاء العباس الی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم فکأنه سمع شیئا فقام النبی صلی اللہ تعالی علیه وسلم علی المنبر فقال: من أنا؟ فقالوا أنت رسول اللہ علیک السلام، قال: أنا محمد بن عبداللہ بن عبد المطلب، ان اللہ خلق الخلق فجعلنی فی خیرهم ثم جعلهم فرقتین فجعلنی فی خیرهم فرقة ثم جعلهم قبائل فجعلنی فی خیرهم قبیلة ثم جعلهم بیوتا فجعلنی فی خیرهم بیتا وخیرهم نفسا" حضرت مطلب بن ابی وداعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بارگاہ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے، تو شاید سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے نسب کے بارے میں کوئی بات سنی تھی، چنانچہ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منبر شریف پر جلوہ گر ہوئے اور ارشاد فرمایا میں کون ہوں؟ عرض کی گئی، آپ اللہ عزوجل کے رسول ہیں، آپ پر سلام ہو، فرمایا: میں محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب ہوں، بے شک اللہ عزوجل نے مخلوق کو پیدا فرمایا اور ان میں اچھوں میں مجھے رکھا، پھر ان اچھوں کی دو جماعتیں کیں، تو مجھے ان کے اچھے فرقہ میں سے بنایا، پھر ان اچھوں کے کئی قبیلے کیے، تو مجھے اچھے قبیلہ میں بنایا، پھر ان اچھوں کے گھر بنائے، تو مجھے اچھے گھر والوں میں اور اچھے نفس والوں میں بنایا۔

(ترمذی شریف، جلد2، ص201، مطبوعہ کراچی)

مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت کے آخر میں یہ الفاظ زائد ہیں: "فأنا خیر کم بیتا و خیر کم نفسا" تو میں تم سب میں سے گھر کے اعتبار سے بھی اچھا ہوں اور تم سب سے ذات کے اعتبار سے بھی اچھا ہوں۔

اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہر پیر کے دن روزہ رکھ کر بھی اپنا میلاد منایا، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس روزے کے بارے میں پوچھا گیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس دن میری ولادت ہوئی، لہٰذا پتا چلا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشی میں ہر پیر کو روزہ رکھا جائے کہ یہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت ہے۔

ابو داؤد شریف جلد 1 ص 351 مطبوعہ لاہور، مشکوٰۃ المصابیح ص 179 مطبوعہ کراچی اور مسلم شریف میں ہے، واللفظ للمسلم: حضرت سیدنا ابو قتادہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: "سئل رسول اللہ عن صوم الاثنین فقال فیه ولدت و فیه أنزل علی" رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پیر کے روزے کے بارے میں پوچھا گیا (کیوں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہر پیر کا روزہ رکھا کرتے تھے)، تو جواباً ارشاد فرمایا: اسی دن میری ولادت ہوئی اور اسی دن مجھ پر وحی نازل ہوئی ہے۔

(مسلم شریف، جلد1، ص368، مطبوعہ کراچی)

صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے بھی نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت کے تذکرے کے لیے جمع ہونا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مبعوث فرما کر اللہ نے جو ہم پر احسان عظیم فرمایا ہے، اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا، اور پھر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اس پر خوش ہونا اور ان کو خوشخبری سنانا ثابت ہے۔

چنانچہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے: ”ان رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم خرج علی حلقة یعنی من أصحابه فقال: ما أجلسكم؟ قالوا: جلسنا ندعو الله و نحمده علی ما هدانا لدینه و من علینا بک، قال: آللہ ما أجلسكم إلا ذلک؟ قالوا: آللہ ما أجلسنا إلا ذلک، قال: أما أنی لم أستخلفكم تهمة لكم و إنما أتانی جبرئیل علیه السلام فأخبرنی أن الله عزوجل یباهی بكم الملائكة“ بے شک نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صحابۂ کرام کی ایک محفل میں تشریف لائے اور فرمایا: کس چیز نے تمہیں یہاں بٹھایا ہے؟ انہوں نے عرض کی: ہم یہاں اس لیے بیٹھے ہیں کہ ہمیں اللہ تعالیٰ نے جو دین اسلام کی دولت عطا فرمائی ہے اور آپ کو بھیج کر ہم پر جو احسان فرمایا ہے، اس کا ذکر کریں، اللہ تعالیٰ سے دعا کریں اور اللہ تعالیٰ کی اس پر حمد بجالائیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی قسم تم صرف اس لیے ہی بیٹھے ہو؟ عرض کی: اللہ کی قسم ہم صرف اسی لیے بیٹھے ہیں، تو ارشاد فرمایا: میں نے تم سے اس لیے قسم نہیں لی کہ مجھے تم پر شک ہے، بلکہ جبرئیل امین میرے پاس آئے اور مجھے خبر دی کہ بے شک تمہارے اس عمل کی وجہ سے اللہ تعالیٰ فرشتوں پر فخر فرما رہا ہے۔ **(سنن نسائی، جلد2، ص310، مطبوعہ لاہور)**

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشی میں ابو لہب نے لونڈی کو آزاد کیا، تو اس کو بھی اس کی وجہ سے فائدہ پہنچا، یہ مشہور واقعہ بخاری شریف میں اس طرح ہے: ”جب ابو لہب مر گیا، تو اس کے بعض گھر والوں نے اسے خواب میں برے حال میں دیکھا۔ پوچھا گیا کیا گزری؟ ابو لہب بولا، تم سے جدا ہو کر مجھے کوئی خیر نصیب نہ ہوئی، ہاں مجھے اس کلمے کی انگلی سے پانی ملتا ہے، کیونکہ میں نے ثویبہ لونڈی کو آزاد کیا تھا۔ **(بخاری شریف، جلد1، ص153، مطبوعہ دار الفکر، بیروت)**

اس روایت کے تحت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ”سب سے پہلے جس نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دودھ پلایا، وہ ابو لہب کی باندی ثویبہ تھی، جس شب حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی، ثویبہ نے ابو لہب کو بشارت پہنچائی کہ تمہارے بھائی حضرت عبد اللہ کے گھر فرزند پیدا ہوا ہے، ابو لہب نے اس مژدہ پر اس کو آزاد کر کے حکم دیا کہ جاؤ دودھ پلاؤ۔ حق تعالیٰ نے اس خوشی و مسرت پر جو ابو لہب نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت پر ظاہر کی، اس کے عذاب میں کمی کر دی اور دوشنبہ کے دن اس پر سے عذاب اٹھا لیا جاتا ہے۔ جیسا کہ حدیث میں آیا ہے۔ اس حدیث میں میلاد شریف پڑھوانے والوں کے لیے حجت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت کی رات میں خوشی و مسرت کا اظہار کریں اور خوب مال و زر خرچ کریں۔ مطلب یہ کہ باوجودیکہ ابو لہب کافر تھا اور اس کی مذمت قرآن کریم میں نازل ہو چکی ہے، جب اس نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی میلاد کی خوشی کی اور اس نے اپنی باندی کو دودھ پلانے کی خاطر آزاد کر دیا، تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے حق تعالیٰ نے اسے اس کا بدلہ عنایت فرمایا۔“ **(مدارج النبوۃ، جلد دوم، ص33,34، مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز)**

بلکہ جامع ترمذی جو صحاح ستہ میں سے مشہور کتاب ہے، اس کے مؤلف امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے خاص میلاد کے حوالے سے ایک باب باندھا، جس کا نام ہی درج ذیل رکھا: ”باب ماجاء فی میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم“، یعنی یہ باب ان احادیث کے بارے میں ہے جو میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں آئی ہیں۔

(جامع الترمذی، جلد5، ص356، مطبوعہ دار الفکر، بیروت)

مذکورہ بالا جزئیات سے ثابت ہوا کہ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا رحمت و نعمت ہونا، اس پر خوشی منانا، سب قرآن واحادیث سے ثابت و مروی ہے، البتہ مروجہ انداز اُس دور میں نہ تھا، یعنی جس طرح لائٹنگ کرتے ہوئے، اسپیکر پر مخصوص بارہ تاریخ کو میلاد کرنا، لیکن اس دور میں کسی چیز کا نہ ہونا، بدعت قبیحہ (بری بدعت) ہونے کو مستلزم نہیں، ورنہ بہت سی ایسی چیزیں جو سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں نہ تھیں، وہ سب کے نزدیک درست ہیں، جو میلاد پر اعتراض کرتے ہیں وہ بھی انہیں اچھا جانتے ہیں۔

وہ قرآن جو ہمارے لیے مشعلِ راہ، جس کا ماننا ایمان کی شرط ہے، اس پر سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دور میں نہ تو نقطے تھے، نہ اعراب، نہ ایک جگہ پر جمع، بلکہ متفرق بغیر نقطوں، بغیر اعراب کے تھا، لیکن اس دور میں اس کی صورت ہر ایک کے سامنے ہے، تو کیا قرآن کا انداز ہمارے پاس بصورت بدعت ہے؟ ہرگز نہیں، اسی طرح احادیث کی کتابت، باقاعدہ راویوں پر جرح و قدح کرنا، ان کے بارے میں کتابیں لکھنا، مساجد پکی بنانا، ان میں منبر و مینار ہونا، قرونِ اُولیٰ میں کہاں تھا؟ تو یہ سب بھی بدعت ہیں یا نہیں؟

اگر بدعت کی حقیقت معلوم نہ ہونے کی وجہ سے کوئی میلاد پر اعتراض کرتا ہے، تو مذکورہ اشیاء کا بھی انکار کردے اور پھر اسلام کے احکام پر عمل کرے، تو پتا چل جائے گا۔

بدعت سے مراد ہر وہ نیا کام، جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دورِ اقدس میں نہیں تھا، لیکن ہر بدعت قبیح نہیں، بلکہ بدعت کی دو قسمیں ہیں: ایک بدعت حسنہ اور دوسری بدعت سیئہ۔ یعنی ہر بدعت بری نہیں ہوتی، بلکہ بعض اچھی بھی ہوتی ہیں، جیسا کہ بعض کا ذکر ہوا، تو جب وہ سب بدعت ہونے کے باوجود جائز ہیں، تو میلاد کیوں ناجائز ہوا؟ حالانکہ میلاد بہت سے نیک و مستحب کاموں کا مجموعہ ہے، جب متفرق طور پر ان میں سے ہر کام جائز و مستحب و مستحسن ہے، تو ان سب کا مجموعہ بھی جائز و مستحب و مستحسن ہی ہوگا، جیسا کہ ایک جگہ پر امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: "جب افراد حرام نہیں ہوں گے، تو اس کا مجموعہ کیوں کر حرام ہوگا۔"

مزید فرماتے ہیں: "جب الگ الگ جائز کام جمع ہو جائیں، تو ان کا مجموعہ بھی جائز ہوتا ہے اور جب اس کے ساتھ کوئی مباح کام ملایا جائے، تو وہ حرام نہیں ہو جاتا۔"

(احیاء العلوم اردو، جلد2، ص622، مطبوعہ پروگریسو بکس)

سیدنا شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حدیث پاک، "کل بدعۃ ضلالۃ وکل ضلالۃ فی النار" کے تحت فرماتے ہیں: "جو بدعت کہ اصول اور قواعد سنت کے موافق اور اس کے مطابق قیاس کی ہوئی ہے (یعنی شریعت و سنت سے نہیں ٹکراتی) اس کو بدعت حسنہ کہتے ہیں اور جو اس کے خلاف ہے وہ بدعت گمراہی کہلاتی ہے"۔

(اشعۃ اللمعات، جلد اول، ص125، مطبوعہ ملتان)

میلاد کا منانا اس وقت دنیا بھر کے مسلمانوں میں رائج و مروی ہے اور تمام عالم اسلام کے مسلمان اسے جائز و مستحسن و اچھا سمجھتے ہیں اور مشکوۃ شریف کی ایک حدیث پاک میں مروی ہے: "عن ابن مسعود ما رأہ المؤمنون حسنا فھو عند اللہ حسن وفی حدیث مرفوع ولا تجتمع أمتی علی الضلالۃ" حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس کام کو مسلمان اچھا جانیں، وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے اور حدیث مرفوع میں ہے کہ میری امت گمراہی پر متفق نہ ہوگی۔

(مشکوۃ شریف، ص33، مطبوعہ کراچی)

اس حدیث پاک سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان جس کو ثواب کا کام جانیں، وہ عند اللہ بھی کار ثواب ہے۔ نیز حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تراویح کی باقاعدہ جماعت مقرر فرما کر فرمایا: "نعمت البدعة هذه" یہ تو بہت ہی اچھی بدعت ہے۔

(مشکوۃ شریف، ص115، مطبوعہ کراچی)

فقہاء و صوفیہ تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ عید میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موقع پر ماتم اور غم کا تذکرہ کرنا بھی مناسب نہیں، بلکہ اس میں خوشی ہی کا اظہار ہونا چاہیے، چنانچہ سیدی اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں: "مجلس ملائک مآنس میلاد اقدس تو عظیم شادی و خوشی و عید اکبر کی مجلس ہیں، اذکار غم و ماتم اس کے مناسب نہیں، فقیر اس میں ذکر وفات والا بھی جیسا کہ بعض عوام میں رائج ہے، پسند نہیں کرتا، حالانکہ حضور کی حیات بھی ہمارے لیے خیر اور حضور کی وفات بھی ہمارے لیے خیر، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ اس تحریر کے بعد علامہ محدث سیدی محمد طاہر فتنی قدس سرہ الشریف کی تصریح نظر فقیر سے گزری، انہوں نے بھی اس رائے فقیر کی موافقت فرمائی، والحمد اللہ رب العلمین۔

آخر کتاب مستطاب مجمع بحار الانوار میں فرماتے ہیں:" شهر السرور والبهجة مظهر منبع الأنوار و الرحمة شهر ربيع الأول، فإنه شهر أمرنا باظهار الحبور فيه كل عام، فلا نكدره باسم الوفاة، فانه يشبه تجديد الماتم وقد نصوا على كراهيته كل عام فى سيدنا الحسين مع أنه ليس له أصل فى أمهات البلاد الاسلامية وقد تحاشوا عن اسمه فى أعراس الأولياء فكيف فى سيّد الأصفياء صلى الله تعالىٰ عليه وسلم "یعنی ماہ مبارک ربیع الاول خوشی و شادمانی کا مہینہ ہے اور سرچشمہ انوار رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا زمانہ ظہور ہے، ہمیں حکم ہے کہ ہر سال اس میں خوشی کریں، تو اسے وفات کے نام سے مکدر نہ کریں گے کہ یہ تجدید ماتم کے مشابہ ہے، اور بیشک علماء نے تصریح کی کہ ہر سال جو سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ماتم کیا جاتا ہے، شرعاً مکروہ ہے، اور خاص اسلامی شہروں میں اس کی کچھ بنیاد نہیں، اولیائے کرام کے عرسوں میں نام ماتم سے احتراز کرتے ہیں، تو حضور پر نور سید الاصفیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معاملہ میں اسے کیونکر پسند کر سکتے ہیں۔ فالحمدلله على ما ألهم والله سبحٰنه وتعالى أعلم۔

(فتاوی رضویہ، جلد24، ص516، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

اس کی مزید تفصیل کے لیے امامِ اہلِ سنت مجدد دین ملت سیدی اعلی حضرت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن کے فتاویٰ بنام فتاویٰ رضویہ تخریج شدہ جلد 23 ص 759 پر موجود فتوے اور اسی طرح جاء الحق وغیرہ کُتب جو میلاد کے موضوع پر لکھی گئی ہیں، ان کا مطالعہ فرمائیں۔

و اللہ اعلم عزوجل و رسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــہ

المتخصص فی الفقہ الاسلامی

عبدہ المذنب محمد نوید چشتی عفی عنہ

02 ربیع الثانی 1438ھ 01 جنوری 2017ء

الجواب صحیح

ابو صالح مفتی محمد قاسم قادری